زبان درازیاں



نوید ظفر کیانی

بسم الله الرحمن الرحيم

اُردو طنز و مزاح پر مبنی تیسرا مجموعۂ کلام

زبان درازیاں

نوید ظفؔر کیانی

facebook.com/nzkiani
naveedzafarkiani.wordpres.com

مشتری ہوشیار باش

کتاب کا نام	زباں درازیاں۔
شاعر	نوید ظفر کیانی۔
وضاحت	یہ نوید ظفر کیانی کے طنز و مزاح پر مبنی کلام کا مجموعہ ہے جسے برقی کتاب کے طور پر شائع کیا جا رہا ہے۔
کاپی رائٹ	جملہ حقوق بحقِ شاعر محفوظ۔
اجازت	اس کتاب کو حوالہ جات یا غیر کاروباری نقطۂ نظر سے استعمال کیا جا سکتا ہے یا اِس کا اشتراک کیا جا سکتا ہے تاہم اس میں کسی قسم کی کانٹ چھانٹ یا اس کی شکل تبدیل کرنے کی قطعی اجازت نہیں ہے۔ اِس کے لئے شاعر کی پیشگی اجازت از حد ضروری ہے۔
صفحات	۱۵۵
سالِ اشاعت	۲۰۱۴ء
سنِ اضافہ	۲۰۱۴ء
پبلشر	نوید ظفر کیانی۔
بلاگ	naveedzafarkiani.wordpress.com
فیس بک	www.facebook.com/nzkiani
برقی ڈاک کا پتہ	nzkiani@gmail.com

ترتیب

اب اگر ڈالو گے پانی میرے ارمانوں کے بیچ
سر تمہارا میں نے کر دینا ہے دوکانوں کے بیچ

عشق کے جادو سے بچنا تو بہت چاہا مگر
اُڑ گئے ہاتھوں کے طوطے عین اوسانوں کے بیچ

کیا کہوں شرفاء کے جو حالات ہیں اِس دور میں
ملزموں کا حال دیکھا ہے کبھی تھانوں کے بیچ

اِن کا پنجرہ کس سیاست میں کُھلا چھوڑا گیا
لیڈرانِ قوم کیا کرتے ہیں انسانوں کے بیچ

بین الاقوامی مریدی کے تقاضے ہائے ہائے
باندھ کر خود کو بھی دے آتے ہیں نذرانوں کے بیچ

ہم نشہ بازوں کی ایسی قوم کہ ہر دم ملیں
سگرٹ و نسوار میں گم گشتہ یا پانوں کے بیچ

ان کے کرتوتوں میں بہہ سکتی ہے اپنی عافیت
کب تلک ڈبکے رہیں گے حشر سامانوں کے بیچ

ہر کوئی کرکٹ کی شمع پر فدا ہونے لگا
ہاں مگر مچھر جو آ بیٹھے ہیں پروانوں کے بیچ

اِک ہمیں انسانیت کی بات کرتے ہیں ظفر
اِک ہمیں ماٹھے ہیں دنیا میں ہمہ دانوں کے بیچ



ہم عاشقوں کو بھی خُوباں پہ مان کیسا ہے
یہ جان کر بھی کہ اُن کا پلان کیسا ہے

وفا کریں گے نبھائیں گے، یہ پراس تھا
تمہاری گود میں پھر ''میہمان'' کیسا ہے

یہ اُن کا طرزِ تکلم، یہ پُرسشِ احوال
وہ پوچھتے ہیں کہ ''ہاتھی کے کان'' کیسا ہے؟

محبتوں میں بھلا سُوجھتی ہیں یہ باتیں
کسی کی ذات ہے کیا خاندان کیسا ہے

اُدھار مانگا تو ٹھینگا دکھا دیا تم نے
تو پھر یہ دِل جو کیا تم نے دان کیسا ہے

یہ پہلوان سے (زوجہ سے) پوچھئے تو ذرا
اگر یہ ساڑھی نہیں ہے تو تھان کیسا ہے

زمین ڈھونڈتا پھرتا ہے کیا عبث پیارے
پلاٹ چاہیئے تو آسمان کیسا ہے

مسابقت نہیں ملتی ہے نیب والوں کو
مرا گریڈ ہے کیا اور مکان کیسا ہے

کسی کی تیوری رہ رہ کے چڑھ رہی ہے ظفرؔ
ترا کلام ترا ترجمان کیسا ہے

سہیلی کے نام

اور ہاں ہمسائے کا خالی مکاں
ہو چکا آباد بدھ کی شام سے
میں بھی ٹیرس پر کھڑی تھی اُس سے
فیملی آئی تھی میرے سامنے

فیملی میں تین ہی افراد تھے
ایک عورت ایک اُس کا آدمی
اور اک لڑکی مری ہی عمر کی
دیکھنے میں شوخ سی اور بولڈ سی

پینٹ اور ٹی شرٹ میں ملبوس تھی
بال تھے پھیلے ہوئے شانوں تلک
چال تھی ایسی کہ جھپکے نہ پلک
کان میں دیکھی تھی بالی کی جھلک

نعرۂ یاہُو کیا دل نے بلند
اب مزے ہمسائیگی کے آئیں گے
بوریت کے دن نہ رہنے پائیں گے
دوست اک دوجے کے ہم بن جائیں گے

روز ہوں گی آنیاں اور جانیاں
اب رہیں گی رونقیں شام و سحر
دوستی پنپے گی وکھری طرز پہ
خوب ہم باتیں کریں گے بیٹھ کر

تین دن تک تو رہی یہ کیفیت
روز منصوبہ بناتی تھی نیا
کس بہانے اُس کے گھر جاؤں بھلا
کس طرح ہو دوستی کی ابتدا

اب ذرا کل شام کا قصہ سنو
آئیں تھیں ملنے کو خالہ کوثرو
کیا بتاؤں اُس نے بتلایا ہے جو
اُف خدا لڑکی نہیں لڑکا ہے وہ

شاوا پاکستان

اپنے جوتے اپنے سر کا عجب نظارا پاکستان
اپنے ہاتھوں بنا ہوا ہے ایک تماشہ پاکستان
نیٹو کی بمباری کا ترجیحی خطہ۔۔۔ پاکستان
نیٹو کو ہتھیاروں کی سپلائی کا ذریعہ پاکستان

فرق

قومی کھلاڑیوں سے یہ التجا ہے میری
قوم و وطن کی حُرمت میدان میں نہ ہارو
دونوں مقابلے کے ہیں امتحان لیکن
کرکٹ میں اور جوئے میں کچھ فرق تو ہے یارو

ٹیکس پہ ٹیکس لگاؤ تمہیں ڈر کس کا ہے
ہو کے ریلیکس لگاؤ تمہیں ڈر کس کا ہے

مہ جبینوں کو ہی اسٹینو بنائے جاؤ
یہ حدِ سیکس لگاؤ تمہیں ڈر کس کا ہے

اُن کے چہرے پہ جو پیغام ہے موصول تو ہو
آنکھ پہ فیکس لگاؤ تمہیں ڈر کس کا ہے

ڈھیٹ بن جاؤ تو پھر کون تمہیں روکے گا
اور انڈیکس لگاؤ تمہیں ڈر کس کا ہے

ڈاکٹر نے تو کہا تھا یہ دوا پینی ہے
منہ پہ سر یکس لگاؤ تمہیں ڈر کس کا ہے

ریوینیو اور بھی انگریز تو ہو سکتا ہے
سائنس پر ٹیکس لگاؤ تمہیں ڈر کس کا ہے

جو حکومت کو سمجھتے ہیں وراثت اپنی
اُن کے بھی ایکس لگاؤ تمہیں ڈر کس کا ہے

بیس پچیس روپوں میں بھی گھڑی ملتی ہے
لے کے رولیکس لگاؤ تمہیں ڈر کس کا ہے

تجھ پہ ہر زید بکر شعر گھڑے جاتا ہے
ایک دو چیکس لگاؤ تمہیں ڈر کس کا ہے



لیڈروں سے غلطیاں ہوتی نہیں ہیں مطلقاً
یوں کہ اگلوں نے کبھی مانی نہیں ہیں مطلقاً

آپ کیوں بیٹھیں اسمبلی میں خدانخواستہ
آپ کی اسناد تو جعلی نہیں ہیں مطلقاً

عشق کے برساتی جذبوں سے کھچا کھچ بھر گئیں
یہ دلوں کی جھگیاں خالی نہیں ہیں مطلقاً

عاشقوں سے اس قدر بھی بدگماں ہوتے نہیں
ہیں تو یہ مچھر مگر ڈینگی نہیں ہیں مطلقاً

بیویوں کے باب میں شوہر ہیں سارے متفق
جیسی ہم کو چاہئیں ویسی نہیں ہیں مطلقاً

اُن کا طعنہ بھی ہمیں بیگم سے ملتا ہے بہت
ہائے وہ باتیں جو سوچی بھی نہیں ہیں مطلقاً

افسروں کے سامنے کیسے ہلانے لگتے ہیں
جب کلرکوں کی دُمیں ہوتی نہیں ہیں مطلقاً

کیا غضب کا حُسن ہے، بالکل مسلماں کی طرح
آپ کی آنکھیں کبھی جاگی نہیں ہیں مطلقاً

اتنی جگتیں نہ کریں غیرت سے مر ہی جائیں گے
یہ ظفؔر صاحب ہیں، زرداری نہیں ہیں مطلقاً



تم جو باس کو کہتے ہو وہ ہم بھی اکثر کہتے ہیں
دل میں ''گالاں کڈھتے'' ہیں اور منہ پر ''سر سر'' کہتے ہیں

آرڈر ہے بگ باس کا، جیسا ہے، تعمیل تو کرنی ہے
ہم کم رتبہ لوگ کیوں دل میں ''ہچر مچر'' کہتے ہیں

اتنا مت اینٹھو اپنی تدبیروں کی ''پرفیکشن'' پر
اکثر اپنا کام دکھا جاتا ہے مقدر ، کہتے ہیں

گالی کو جو وردِ زباں کر لیتے ہیں وہ مت بھولیں
بیٹا اس کو دہراتا ہے باپ سے بڑھ کر، کہتے ہیں

کوئی جو ہم سے الجھے تو ہم ''کن ٹٹوں'' سے بڑھ کر ہیں
یوں تو کہنے کو ہم اپنے آپ کو ''سوبر'' کہتے ہیں

جن جن کو تم محفل محفل ''اسٹوپڈ'' گردانتے ہو
تم کو کیا معلوم کہ وہ بھی تم کو ڈنگر کہتے ہیں

ٹھور زباں کی ضربیں سیدھی دل پر جا کر لگتی ہیں
تم الفاظ سمجھتے ہو ہم لوگ تو ہنٹر کہتے ہیں

تم خاتون کی شادابی کے باعث رشتہ مت بدلو
پہلو میں جو نچڑ مُر شے ہے، اس کو شوہر کہتے ہیں

تم کس ذعم میں اُس کے پیچھے سارے شہر میں پھرتے ہو
سچ پوچھو تو لوگ تمہیں خاتون کا شوفر کہتے ہیں

قطرینہ نے ان کو اِک بے مایہ کیڑا پایا ہے
جانے سام جی کس برتے پر خود کو سُپر کہتے ہیں

وہ جو تم کو مس کالوں کی نوک پہ ہر دم دھرتے ہیں
تم اُن کو پروانے کہہ لو ہم تو مچھر کہتے ہیں



(پروین شاکر کی غزل کی پیروڈی)

ادھار مانگتے رہنے کا کچھ سبب بھی نہیں
کہ تیرے گھر میں تری ساس کا نقب بھی نہیں

کمال شخص تھا جس نے مجھے تباہ کیا
کہ کیش اُس کا تو چیک ہو سکا ہے اب بھی نہیں

یہ دستکیں ، یہ مری زندگی کی آدھی رات
میاں کو چور سمجھ لوں تو کچھ عجب بھی نہیں

حسابِ ''دیدہ وری'' تجھ سے مانگ سکتا ہے
تمھارا تاڑو مگر اِتنا بے ادب بھی نہیں

وہ میری بیوی ہے مجھ سے زیادہ بولتی ہے
میں اُس کے سامنے اک حرفِ زیرِ لب بھی نہیں

اور اب تو فلرٹ بھی کرنے کے سو طریقے ہیں
ہم اُس کے ہجر میں تیار ہے تھے جب بھی نہیں

ہمیں بہت ہے تجرد کے ریفرنس کے لئے
کہ ''شیدا ٹلی'' کوئی ایسا کم نسب بھی نہیں



گرانی

حال پتلا ہوا گرانی میں
یاد آیا خدا گرانی میں

کاٹ دیتی ہے مفلسی میری
ہر بجٹ کا گلا گرانی میں

آنسو نا امیدی، مس حسرت
دل بھی کن سے لگا گرانی میں

قرض مانگا تو دوستی کا پتہ
دوستوں کو چلا گرانی میں

کوئی جادو نہ سر چڑھا ہرگز
عشق کا حسن کا گرانی میں

سب کو روزی کی فکر میں دیکھا
کون کس کا پیا گرانی میں

میرے کھیسے میں رہ گیا ٹھینگا
ذوقِ روزہ ملا گرانی میں

بد دعا لگ رہی ہے باباجی
زندگی کی دعا گرانی میں

کیسا ذکر قیامت دگراں
حشر آ تو گیا گرانی میں

اپنی حالت ہے شاعروں جیسی
تنگ ہے قافیہ گرانی میں

میں مدارات کر نہ پاؤں گا
میرے گھر میں نہ آ گرانی میں



پولیس جو الزام لگائے من جا
مظلوم ظالم کی گواہی بن جا

میں کیسے سمجھ لوں کہ وہ دانشور ہے
جو شخص سرے سے ہی نہیں ہے گنجا

تم فیل بدن سیٹھ کو دیکھو یارو!
''منجی'' نہیں درکار ہے اِن کا ''منجا''

اظہارِ محبت کا تمھیں شوق سہی
لڑکی ہے مگر سخت لڑاکا ، منجا

میں نے تو گدھا ایک گدھے پر ''پھبتا''
یہ کس نے کہا ہے تجھے یونہی تن جا

ٹوٹے نہ کبھی اپنی زباں سے رشتہ
چھپن کو بدستور کہو ‘‘چھپنجا’’

کیا تم کو بتاؤں میں مآلِ رشوت
اپنے ہی گلے پر ہے ہمارا پنجہ

یہ تم میں ہے سچائی کا کیڑا کیسا؟
جو تم کو بناتا ہے زمانہ بن جا

یوں شہر کی سڑکوں سے گزر کر آنا
پھوکٹ میں ہی کرنا ہے ظفر استنجا



کتنی باتوں پر وہ بنتا ہے الاؤ دیکھنا
ہو سکے تو اُس کا نقطۂ کھولاؤ دیکھنا

کل کلاں اوروں کے گوڈے توڑنے ہوں گے تمھیں
اُس اڑنگی باز کے کیسے ہیں داؤ دیکھنا

جانتا ہوں آج انوائٹ ہو بزمِ غیر میں
وقت مل جائے تو میرے دل کا گھاؤ دیکھنا

مک مکا نے ہم کلرکوں کو بنایا بادشاہ
کس طرح پورے ہوئے بیگم کے چاؤ دیکھنا

آئی ایم ایف ہے یا امریکہ ہے یا ابا ترا
میری گردن پر ہے کس کس کا دباؤ دیکھنا

تیز رفتاری ڈرائیونگ میں اگر قائم رہی
تم کھلا دو گے ہمیں اِک دن پلاؤ دیکھنا

اے دلِ ناداں ! مجھے لایا تھا تو کس زعم میں
کہہ دیا اُس نے ''مری محفل سے جاؤ'' دیکھنا

مسکراہٹ مونا لیزا کی پہن کر آ گئی
وزن جس کی ناک کا ہے چار پاؤ دیکھنا

مر مٹے تھے جس کڑی پر ہم کبھی سو جان سے
وہ مرقع حُسن کا ہے آج ''کاؤ'' دیکھنا

کارواں کے وہ مسافر، چوہدراہٹ جن پہ تھی
کیوں کھسکتے جا رہے ہیں ناخداؤ دیکھنا

اومنی بس میں جو مرغا بن کے آئے ہیں ابھی
دے رہے ہیں کس طرح مونچھوں کو تاؤ دیکھنا

سرد مہری کا وہ آئسبرگ ٹکرایا کہ ہائے
ٹائٹینک بن گئی اِس دل کی ناؤ دیکھنا

حضرتِ زاہد سے کیوں فرمائشِ مشروب کی
میکدے کو لے چلے سیدھے سبھاؤ دیکھنا

نارسائی میں دیانتداریاں بھی ٹھیک ہیں
ہاتھ پڑ جائے تو پھر آؤ نہ تاؤ دیکھنا

اِتنی پابندی سے مسجد میں نظر آتا نہ تھا
آ گیا ہو گا ظفؔر کا چل چلاؤ دیکھنا



پہاڑ کے نیچے

جن کی لش پش سے سبھی آنکھیں تھیں چندھیائی ہوئی
کیا بتاؤں کیسی حالت میں ملے اور کیوں ملے
زندگی نے یوں بڑھاپے کی سزا دی ہے ظفؔر
جو سدا اکڑے رہے تھے آج وہ اکڑوں ملے

خوشخط

ہم یونہی کرتے رہے اپنی لکھائی کی صفائی
ہم کو استاد نے بیکار ہی اس کام لگایا
وہ جو خوشخط تھا وہ منشی ہے کسی روڈ کنارے
ڈاکٹر بن گیا خط جس کا بروں سے بھی برا تھا

حسن والے بے دھڑک ہر نوجواں کو ہانک لیں
جس کو چاہیں عشق کی وہ ٹکٹکی پر ٹانک لیں

عشقِ لیلیٰ کی حماقت کے نہ ہوں گے مرتکب
حضرتِ مجنوں جو مستقبل میں اپنے جھانک لیں

لڑکیاں ہیں آج بھی شرموں حجابوں سے بھری
آج بھی یہ فکر ہے میک اپ سے چہرہ ڈھانک لیں

تلخیاں ہی تلخیاں منہ میں بھرے رہتے ہیں کیوں
زیست سے کہہ سُن کے کوئی تو خوشی کی پھانک لیں

ہائے کیسے غیر خالص دور میں پیدا ہوئے
مر نہ پائیں گے اگرچہ زہر بھی ہم پھانک لیں

سام جی مسلم کشی میں اس قدر بھی نہ بڑھیں
آپ انجانے میں لوہے کے چنے ہی پھانک لیں

بھیڑ چالوں میں اُسی جانب کو دوڑیں گے ظفرؔ
جس طرف کو بھی سیاستداں ہمارے ہانک لیں

یقین تجھ پہ کرے خاک تیری گھر والی
ہر ایک بات ہے تیری اگر مگر والی

وصالِ یار کو لاہور کیوں بلاتے ہو
لکیر ہے ہی نہیں ہاتھ میں سفر والی

ارے ارے تُو کسے کہتا ہے پری تمثال
لگا کے دیکھ کبھی عینکیں نظر والی

ہم اپنی زوجہ کو شاپنگ کرا ہی دیتے ہیں
جب آزماتی ہے ترکیب چشمِ تر والی

ہمیشہ کرتی ہے فیور ہماری بیگم کو
نہیں ہے بات کوئی ساس میں "مدر" والی

یقین کرتے ہی بنتی ہے کیا کیا جائے
قسم بھی کھاتا ہے ظالم تو میرے سر والی

ہر آئے دن کہاں پڑتی ہیں جوتیاں ہم کو
سہولتیں ہیں میسر کہاں ٹبر والی

اگر تھمایا نہیں بابوؤں کو نذرانہ
ہماری آپ کی فائل نہ ہو گی پر والی

تو ابھی اُس سے ہے گورا کہ جو بضد ٹھہرا
''اڈنٹی کارڈ'' پہ تصویر ہو کلر والی

تجھے ہے فکر وہی ''دڑکیاں'' لگانے کی
مری بھی خُو ہے وہی شاعری کے شر والی

ظفر سے خوب لیا انتقام ظالم نے
غزل ظفر کو سنانے لگا ظفر والی



باربی



اُس کو کوہِ قاف سے بھٹکی پری سمجھا تھا میں
اور اُس کی سب بہاریں سرمدی سمجھا تھا میں
کل کو خوبانی تھی جو
آج خربوزہ ہے وہ
اب ہنسی آتی ہے کس کو باربی سمجھا تھا میں

ہائے بکرے!

ہر طرف انتخاب بکرے کا
آ گیا انقلاب بکرے کا
دیکھیے کس قدر چمک اُٹھا
عید پہ آفتاب بکرے کا
وہ جو اُبٹن تھا بہرِ زیبائش
بن گیا ہے خصاب بکرے کا
دنیا داروں کا ہی فسانہ نہیں
ہر کوئی شیخ و شاب بکرے کا
اب کسے فرصتِ غمِ یاراں
سب کی آنکھوں میں خواب بکرے کا
اب کہاں ایکٹروں کے اسکینڈل
ذکر ہے بے حساب بکرے کا

کون لیڈی ڈیانا کو دیکھے
دیکھتا ہوں شباب بکرے کا
---ق---
''من و تو'' پر نہ دیجئے لیکچر
ایک ہی ہے جواب بکرے کا
کون قدغن لگائے ''میں میں'' پر
بے دلیلا خطاب بکرے کا

صالحانہ خیالِ قربانی
تازیانہ نصاب بکرے کا
کیا خبر تھی کہ کلجگِ نو بھی
توڑ دے گا حجاب بکرے کا
آ رہی ہے گرانی کی آندھی
چھا رہا ہے سحاب بکرے کا
اب تو انسان سے بھی مہنگا ہے
وقت ہے آنجناب بکرے کا
میں قتیلِ بہائے اسفنداں
کہنے کو ہوں قصاب بکرے کا
آج مفلس کو جوئے شیر ہوا
نام عزت مآب بکرے کا

کسی قارون کا مقدر ہے
لُوٹ کھانا ثواب بکرے کا
لے کے آیا ہوں میں شرابِ سخن
کوئی دے دے کباب بکرے کا



کرپشن ہی سہی میوۂ عالم کھا رہا ہوں میں
یہاں جو بھی ثمر ہے حسبِ موسم کھا رہا ہوں میں

مجھے وارا نہیں کھاتی دوائے چارہ گر یکسر
علاجِ زخمِ دل کرتا تھا مرہم کھا رہا ہوں میں

تو میرا باس ہے سرکاری ہاتھی کا شکاری ہے
ترا چمچہ ہوں سو مرغ مسلم کھا رہا ہوں میں

یونہی چربی نہیں چڑھتی یونہی توندیں نہیں بڑھتیں
کسی لیڈر کی طرح قوم کا غم کھا رہا ہوں میں

نجانے کیوں شبہ سا ہے تمہیں کہ جھوٹ بکتا ہوں
قسم جب سے ترے سر کی اے بیگم کھا رہا ہوں میں

یونہی بے فیض اُن سے ماجرائے دل کہا میں نے
وہ سمجھے بھی تو کیا سمجھے کہ چیونگم کھا رہا ہوں میں

مرا بھی ہاضمہ ہے ان دنوں پٹواریوں جیسا
نجانے کتنے ہی برسوں کا لم سم کھا رہا ہوں میں

یوں چہل وگفت ہے جیسے کسی شادی میں آئے ہوں
ذرا بھی تو نہیں لگتا کہ چہلم کھا رہا ہوں میں

مربعے ہیں نہ کوٹھی ہے نہ گاڑی ہے نہ شوفر ہے
مجھے محسوس ہوتا ہے کہ کم کم کھا رہا ہوں میں



تیری انگنائی میں آیا تھا بیچارا بھی یونہی
بھونکتا ہے قیس پر کتا تمھارا بھی یونہی

جیسے تیری عقل پر پتھر پڑے، شوہر بنے
شامتِ اعمال نے ہم کو پکارا بھی یونہی

مرغیو! حسرت سے مت دیکھو ہمیں دڑبے میں سے
دیگوں میں حال ہوتا ہے ہمارا بھی یونہی

جس طرح پہلی نظر میں کر لیا بسمل تمھیں
ہو گیا دو دن میں کوئی اور پیارا بھی یونہی

طیش سے کیوں سُرخ ہوتا ہے رقیبِ روسیاہ
ہم نے ''وٹ'' مونچھوں کو دینا ہے دوبارہ بھی یونہی

پھر اُسے باتوں ہی باتوں میں نہ ''گنجا'' بولئے
چڑھ گیا تھا لاسٹ سنڈے اُس کا پارہ بھی یونہی

ہائے وہ پردہ کہ جس سے کچھ نہاں ہوتا نہیں
حُسنِ کافر ہے زیادہ آشکارا بھی یونہی

زیست کی امواج کو چھیڑیں نہ ''کڑیوں'' کی طرح
ملتے ملتے مل ہی جاتا ہے کنارا بھی یونہی

گنگناتا ہے عطا اللہ غزل جس سوز سے
کیجئے نمکین پانی سے غرارہ بھی یونہی

''نمکرے'' لگنے کے لئے کوئی ویکینسی نہ ملی
پانچ برسوں سے ہے سائنس کا کنوارہ بھی یونہی



ہمہ خانہ آفتاب

چلئے جی چنگا ہو گیا
میں ہی نہیں اِس لہر میں
اب تو حمامِ دہر میں
ہر کوئی ننگا ہو گیا

(احمد فرازؔ کی غزل کی پیروڈی)

ہم سے بگڑ کے وہ بھی مقدر کے ہو گئے
جس گھر سے رشتہ آیا اُسی گھر کے ہو گئے

پھر یوں ہوا کہ ''میم'' سے رشتہ بنا لیا
دیکھا گرین کارڈ تو باہر کے ہو گئے

جانے میرا عشاق میں نمبر تھا کون سا
اُس دل سے محو نام بھی اکثر کے ہو گئے

رشوت نے بابوؤں کا مقدر جگا دیا
اکثر گریڈ بیس کی ٹکر کے ہو گئے

کہتے تھے صیدِ کاکل و گیسو ہیں بیوقوف
پھر رفتہ رفتہ خود اُسی ''گھنگھر'' کے ہو گئے

یوں نہ ہمیں شکار کرے ہر نظر کہ ہم
زیبا کے ہو گئے کبھی کوثر کے ہو گئے

روتے ہو اک فریدۂ گل آفریدہ کو
دیکھو تو کتنے گال چقندر کے ہو گئے

چیلنج

غریبوں کے بہی خواہوں سے ہم غرباء مخاطب ہیں
شکم کی قید سے ہم کو رہا کر دیں تو ہم جانیں
ظفرؔ قومی بجٹ کے خالقوں کو ہے کھلا چیلنج
کلرکوں کا بجٹ ہم کو بنا کر دیں تو ہم جانیں

چشمِ بددُور

دامن کو پکڑتے کبھی دستار سے لڑتے
ہم بے خبرے عالمِ معلوم سے نکلے
شوفر ہو پجیرو ہو محافظ ہوں گنیں ہوں
جمہور کا خادم ہے ذرا دھوم سے نکلے

مآلِ عقد غدر کے سوا کچھ اور نہیں
ہمارے پاس مفر کے سوا کچھ اور نہیں

ہمیں لگایا ہے نکرے بجا زمانے نے
ہمارا عیب ہنر کے سوا کچھ اور نہیں

ہم اپنے آپ کو بقراط کیوں سمجھتے ہیں
تیری نظر میں ڈفر کے سوا کچھ اور نہیں

تمہارے طوطے نے فرما دیا تو فیصل ہے
کہ اب تو ''ث'' سے ثمر کے سوا کچھ اور نہیں

وہ اپنی سالگرہ پر ہمیں بلائیں گے
یہ پی ٹی وی کی خبر کے سوا کچھ اور نہیں

بتاتا آیا ہے ہر دور میں چلن اس کا
بشر ذخیرۂ شر کے سوا کچھ اور نہیں

پڑوسیوں سے ہے دوڑ ترقی معکوس
اِدھر کا حال اُدھر کے سوا کچھ اور نہیں

ہم ایسے وعدۂ فردا پہ کر چکے تکیہ
کہ جو اگر یا مگر کے سوا کچھ اور نہیں

نویدؔ مرتا ہے تو ہر حسین چہرے پر
ترا علاج لتر کے سوا کچھ اور نہیں



کچھ بھی نہیں

’’بھول گئے تھے تم بیوی کی سالگرہ کا دن اِس بار؟‘‘

’’جی ہاں بھول گیا تھا میں!‘‘

’’تو پھر اُس نے تم سے ہو کر شعلہ بار کہا تھا کیا؟؟‘‘

’’کچھ بھی نہیں!!‘‘

’’کیا کہتے ہو کچھ بھی نہیں؟؟؟‘‘

’’جی ہاں، بالکل کچھ بھی نہیں۔۔۔ چھ ہفتوں تک!!!‘‘

کیوں ہم پہ کتے بھونکے تمہارے
ہم تو ہیں ''مسٹر او کے'' تمہارے

بٹوہ ہمارا ، خرچا ہمارا
بالی تمھاری، کوکے تمہارے

راضی ہیں تاجر جی۔ایس۔ٹی پر
دیکھیں گے کتنے چوکے تمہارے

بتلا رہے ہیں نظروں کے تیور
کچھ کر رہے ہیں ''شوکے'' تمہارے

ملتا رہا ہے ہر ووٹ تم کو
چلتے رہے ہیں دھوکے تمہارے

گویا بجٹ کا اعلان ٹھہرے
آہیں تمھاری، ہوکے تمہارے

دیکھیں گے دورِ حاضر کو کیسے؟
جاگے ہیں نیناں سو کے تمہارے

دفتر میں تشریف ہیں، گپ شپ کا بہاؤ جاری ہے
گھنٹہ بھر سے ''اور سناؤ، اور سناؤ'' جاری ہے

ہم نے بھی تو کسی سے حالِ دل کہنا ہے، ڈیم کیئر
ٹیلیفون پہ جانے کب سے اُودھ بلاؤ جاری ہے

اب تو بلیسنگ وِش کرنے کی عادت کم کم ہے، ورنہ
ملنا جلنا لگا ہوا ہے، ''ہائے، ہاؤ'' جاری ہے

مکھن بازی کا فن ہو یا ہنر اڑنگی بازی کا
حسبِ استطاعت اپنا اپنا داؤ جاری ہے

کیسے کیسے نہلوں کو پرچی نے بنایا کیا کیا کچھ
مانو کہ ''دنیا میں جو چلتا ہے، چلاؤ'' جاری ہے

--- ق ---

بندر کا ہے عدلِ مسلسل اور لڑاکا بلیاں ہیں
جو کچھ بھی وہ تول رہا ہے سیر یا پاؤ جاری ہے

سارے مسلمان دست و گریبان یو این او کو دیکھتے ہیں
یو این او کی آڑ میں جانے کس کا دباؤ جاری ہے

شادی شدوں سے عبرت پکڑیں، اتنی عقل کہاں یارو!
عقد کے میلے لگے ہوئے ہیں زردہ پلاؤ جاری ہے



جیب خالی ہو تو کیسی یاریاں!
پاس کچھ نہ ہو تو کیا دلداریاں

آپ کے کرتوت سے لگتا تو ہے
قیس صاحب سے ہیں رشتہ داریاں

خوب سوتے ہیں وہ گھوڑے بیچ کر
جن کے پیچھے کی ہیں شب بیداریاں

جب وبائے حسن پر قابو نہ ہو
کیوں نہ پھیلیں عشق کی بیماریاں

خادمانِ ملتِ بیضا کی خیر
سب لگائیں اپنی اپنی باریاں

آپ فرمائیں میں کس کو ووٹ دوں
آپ کے لارے ہیں اُن کی لاریاں

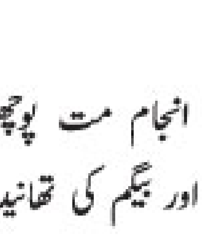
شیخ جی متھے ہمارے لگ گئے
رنگ لائیں آخرش میخواریاں

یونہی رسّوں سے نہیں باندھا ہوا
آپ نے سُنی ہیں غزلیں ساریاں

کس پہ اپنے قتل کا دعویٰ کروں
برچھیاں کس کی نظر نے ماریاں

جان کو آ جائیں تو معلوم ہو
صورتیں تو سب کی سب ہیں پیاریاں

عشق کا انجام مت پوچھو ظفرؔ
ہم ہیں اور بیگم کی تھانیداریاں



ڈراپ سین

بارِاوّل جو کیا فون تو بولی ''ہیلو!
کون؟ جی! آپ؟ یہ بکواس ہے کیا شرم کرو!!''
دوسری بار کیا فون تو بولی ''ہیں! ہیں!!
کیا ترے گھر نہیں مائیں بہنیں؟؟''
تیسری بار کیا فون تو بولی ''او کے!
تم نے جو بات بھی کہنی ہے کہو جلدی سے!!!''
اور پھر فون کیا میں نے تو بولی ''چلیں ٹائم کیا ہے؟
آپ نے مجھ سے کہاں ملنا ہے؟؟''
پانچویں بار مرے گھر میں مرے ابو کو یہ فون پہ پیغام ملا
''آپ کے بیٹے کو پھینٹا ہے کسی نے خاصا
چل نہیں سکتا ہے لیٹا ہے کلینک میں مرے
اس کو لے جائیں یہاں سے آ کے!''

ایک ہی صف میں



زبانِ زوجہ کے نرغے میں ہے میاں کی پھبن
ہر ایک مردِ اکڑخو بنا ہے بندۂ زن
سو کر سکا ہے کہاں
کبھی بھی چوں وچراں
جو حکم ہو گیا وہ نیڈ فل کیا ہے ڈن

خبردار

کالی دیوی کی سیوا تو کرتے ہو!
الٹی گلے نہ پڑ جائے تدبیر کہیں
چھوڑ کے جوتے دوڑ لگانی نہ پڑ جائے
کھیم کرن نہ بن جائے کشمیر کہیں

ستم ظریفی

کیا کہوں شہرِ کراچی کی ظفرؔ
جو نہ کھلنے تھے وہ منظر بھی کھلے
دعوتِ رن عام ہے سب کے لئے
سگ بھی ہیں آزاد و پتھر بھی کھلے

دیکھ سیاست کی نیرنگی
ملک ہے لاغر، قوم ہے تگڑی

دونوں میں سے کون بڑا ہے
میرا کوٹھا، اُن کی کوٹھی

اِک انسان ہی سستا دیکھا
باقی تو ہر چیز ہے مہنگی

یو۔کے میں ہی یاد آتی ہے
یہ دھرتی یہ سوہنی دھرتی

ہر مرغا انسان نما ہے
قد ہے چھوٹا، قلغی اونچی

لڑتے ہیں باطل سے ہم تم
اپنا سر ہے اپنی جوتی

مست مئے پندار بنا دے
آج پلا دے زاہد کو بھی

کیسے دورِ جام چلے گا
گم ہے میخانے کی چابی

لگتا ہے نقاد غزل کا
جیسے ہو پٹواری کوئی



دسمبر اور شاعر

دسمبر آ گیا پھر
ہمارا کیا گیا پھر

زمانے بھر کے شاعر
اُسی کو پڑ رہے ہیں
جسے دیکھو اُسی کو
چھونے لڑ رہے ہیں

قلم سونتے ہوئے ہیں
سُخن پکڑے ہوئے ہیں
کہاں بھاگیں گے مصرعے
مزاج اکڑے ہوئے ہیں

سے لگتا ہے ان کے
اشارے پے چلے گا
لکھیں گے نظم تو پھر
دسمبر جا سکے گا

ابے او جنوری تو!
ذرا جلدی سے آ جا
دسمبر پھنس گیا
مصیبت سے چھڑا جا



بے مہار غزل

اِتنی مہنگائی میں کیسے جی رہے ہیں اُن سے یہ پوچھیں گے ہم
اور زخموں پر نمک چھڑکیں گے ہم

یوں تو پورا رعب ڈالیں گے مگر
وہ بھی غرایا جواباً تو وہیں پر جوتے دوتے چھوڑ کر بھاگیں گے ہم

خوگرِ لبرل ازم ہیں دوستو!
کھائیں گے جس ملک کا اُس پر بہت بھونکیں گے ہم

کاٹتے ہیں کیوں اُسی ٹہنی کو آخر جس پہ ہیں بیٹھے ہوئے
ایک دن سوچیں گے ہم

ڈاکٹر کا مشورہ یہ ہے کہ ہم خوش کن فضاؤں میں رہیں
سو نواحِ گرلز کالج میں کہیں ٹھہریں گے ہم

قرض داروں میں سے ہو
بھول کر بھی نہ تمھیں بھولیں گے ہم

داخلہ لینے تو دیجے ہوم اکنامکس میں
عالمِ نسواں میں سب کو آئیڈیل اپنا دکھائی دیں گے ہم

آپ تو چھوڑا نہیں بس کا کوئی اڈا مگر
دوسروں کو عشق سے روکیں گے ہم

شعر وہ ہم کو ذرا اپنا سنائے تو سہی
یہ غزل جو چار سو اشعار کی ہے، منہ پہ دے ماریں گے ہم



قاتلِ ضبط و شکیبائی نہ ہونے پائیں
میری آہیں کبھی بلوائی نہ ہونے پائیں

آرزوؤں کو ہے شیرینیِ الفت کافی
کبھی منت کشِ حلوائی نہ ہونے پائیں

پھنس گئے خوابوں کی دلدل میں کنوارے سارے
شادیاں دودھ کی بالائی نہ ہونے پائیں

ہم نے دیکھا نہیں اُن کو کبھی میک اپ کے بغیر
وہ جو آنٹی ہیں کبھی تائی نہ ہونے پائیں

ہونا تو چاہتی تھیں فیشن کے سہارے لیکن
یہ مری بہنیں مرے بھائی نہ ہونے پائیں

سرجری جھوٹ کو سچ کر کے دکھا سکتی ہے
اِس بڑھاپے مین بھی وہ مائی نہ ہونے پائیں

کہاں مل سکتے تھے شوہر سے غلامانِ غلام
بیویاں خلد میں ہرجائی نہ ہونے پائیں

میری قسمت کی لکیریں تھیں کہ ''اُن'' کی فطرت
صورتِ پھندہ رہیں، ٹائی نہ ہونے پائیں

سڑ گئیں وقت کی جیلوں میں تمنائیں مگر
''مک مکیوں'' کی تمنائی نہ ہونے پائیں

میری غزلیں رہیں اپریل کے موسم کی طرح
یہ کبھی آتشِ جولائی نہ ہونے پائیں



امشب تمھارے فون کا کچھ ہوپ ہی نہیں
گویا مری وفاؤں کا اسکوپ ہی نہیں

ہم اُس کو کیسے چاند کا ٹکڑا قرار دیں
وہ رُوپ جو ہمارے لئے ''روپ'' ہی نہیں

اب کون اُن کے صیدِ زبوں کو رہائی دے
''یا یا'' بھی کر رہے ہیں فقط ''نوپ'' ہی نہیں

پنپے نہیں ہیں یونہی جراثیم عشق کے
کوچے میں میڈیسن کی کوئی شوپ ہی نہیں

اُس بت کا پیروکار ہوں جس کی جناب میں
پنڈت کے ساتھ ملاں بھی ہے پوپ ہی نہیں

کردار جس سے ڈھل کے نکھر جائیں کچھ نہ کچھ
کلچر کے واش رُوم میں وہ سوپ ہی نہیں

اِس دور میں تو شرفاء بھی شرفاء نہیں رہے
سر پہ فرنگیوں کا کوئی ٹوپ ہی نہیں

کرسی پہ بیٹھ جائے تو ہٹلر دکھائی دے
یوں دیکھنے میں کوئی بڑی توپ ہی نہیں

جس کی غزل کو سن کر مرے سر میں درد ہے
کیا اُس کے گھر میں چائے کا اِک ’’کوپ‘‘ ہی نہیں



حفظِ ماتقدّم

''پی'' کے ہاں تو چلی ہو دُلہن!
بھول نہ جانا میرا بھاشن
چین سے گزرے گا یہ جیون
جاتے ہی سسرال میں اپنے
سب سے پہلے
بس یہ کرنا
کسی بھی حیلے
اپنی ساس کو دِکھلا دینا
اپنے لمبے لمبے ناخن

لوٹا ای اوئے۔۔۔



عبرت کہ دنیا میں کیسے کیسے نہلے ہیں دہلے
میری حالت پر تُو ہنس لے جو جی چاہے سو کہہ لے
تھینک یُو ویری مچ!
لیکن یہ بھی بات ہے سچ
میں بھی تھا بندے کا پُتّر لیڈر بننے سے پہلے

(نذیر قیصر کی غزل کی پیروڈی)

عالم ہے عجیب حسن کا بھی
وہ چاند ہے اور ''دانذ'' سا بھی

دفتر کا ہے معمول، سو گیا میں
گھر ہوتا اگر تو جاگتا بھی

روتے تھے کمیٹیوں کے غم میں
اب ختم ہوا وہ سلسلہ بھی

اِک شخص اُڑا گیا ہے بٹوہ
کیا تجھ سا ہے کوئی دوسرا بھی

مارا تھا کبھی تری مما نے
اب یاد نہیں وہ بیلنا بھی

میں جاؤں کہاں بجٹ سے بچ کے
رستے میں کھڑی ہے یہ بلا بھی

بزمِ سخن میں اکثر، مجھے نیند آ گئی
اپنی غزل سُنا کر، مجھے نیند آ گئی

یہ غیبتوں کا شغل کسی اور شب سہی
اے میری نصف بہتر، مجھے نیند آ گئی

میں انتظارِ یار میں سویا نہ دیر تک
پہنچا جو یار، یکسر مجھے نیند آ گئی

''ہیلو'' کہا تھا کال پہ، یہ یاد ہے مگر
پھر کیا ہوا تھا، کیونکہ، مجھے نیند آ گئی

اظہارِ عشق مجھ سے وہ کرنے ہی والے تھے
دیکھو مرا مقدّر، مجھے نیند آ گئی

پایا گیا سویرے کسی کوڑے دان میں
کاہے کو تیرے گھر پر، مجھے نیند آ گئی

شب بھر ترا ریاض جگائے رہا مجھے
محفل میں گیت سُن کر، مجھے نیند آ گئی

سرکاری کام میں نے کیا ہے تو بس یہی
پہنچا ہوں جب بھی دفتر، مجھے نیند آ گئی

سویا تھا سولہ گھنٹے میں مشکل سے آج پھر
اور جاگا جب میں سو کر، مجھے نیند آ گئی

تو شاعری سُنا میں خرّاٹے کروں گا نشر
بسم اللہ کہ سخنور! مجھے نیند آ گئی



اتفاق

یاد آیا ہے آج جو میں نے تیرے ہاتھوں کھایا بیلن
تجھ سے پہلی بار کے ملنے کا منظر
تو تھی دوسری منزل پر
تیرے ہاتھ سے چھوٹ کے نیچے میرے سر پر پڑا تھا بیلن

کیا کیا جوان عقدِ طوفانی میں مر گئے
کردار سارے ایک کہانی میں مر گئے

آ کر چھری کے نیچے ٹھکانے لگا دماغ
نخرے تمام رعبِ زنانی میں مر گئے

اتنی سی ہے مزاح نگاروں کی داستاں
شوہر تھے اپنی مرثیہ خوانی میں مر گئے

محفل میں آ گئے تو قیامت اُٹھائیں گے
ہم وہ نہیں کہ تن کے کمانی میں مر گئے

اب صور پھونکنے کی ضرورت نہیں رہی
اہلِ وطن بجٹ کے معانی میں مر گئے

افسوس مرنے والے کی حرکت پہ کس لئے
مرنا تھا اُن کو عالمِ فانی میں مر گئے

قرضے تمام ہو گئے منت کشِ رسید
سب آنجہانی خلد مکانی میں مر گئے

لفاظیوں نے دی ہے یوں سچائیوں کو مات
موکل ہماری سادہ بیانی میں مر گئے

آتا ہے ہر کسی کو کہاں مک مکا کا فن
نادان لوگ رشوت ستانی میں مر گئے

بیماریاں تو مفت میں بدنام ہو گئیں
پھرتیلے تھے جناب جوانی میں مر گئے

"گینس ریکارڈ" کا اُنہیں آیا نہیں خیال
بوڑھے ہوئے تو یونہی روانی میں مر گئے

اسٹیج پر ہی آئے نہ ڈکرائے ٹی وی پر
ہم چپ چپیتے سوزِ نہانی میں مر گئے

ہو نہ سکی کسی کو تخلص کی بھی خبر
کتنے ظفرؔ نوید کیانی میں مر گئے

حُسن کا پیغام، رولا پے گیا
ہم میں کس کے نام، رولا پے گیا

عشق نے سب کو نکما کر دیا
میم ہو لام، رولا پے گیا

مل گیا عاشق کی صورت حُسن کو
شوفرِ بے دام، رولا پے گیا

گرمئ اخلاص اور اِس دور میں
ہو گیا سرسام، رولا پے گیا

ہر حسیں چہرہ یہاں اسٹاک ہے
دل ہے یا گودام، رولا پے گیا

روئے زیبا پر لگانا تھا مگر
کھا گئی وہ بام، رولا پے گیا

بال لڑکے بھی بڑے رکھنے لگے
کیا کریں حجام، رولا پے گیا

اب کچن ہے اور ابا جان ہیں
ماں بنی جو "مام" رولا پے گیا

بڑھ گئی بیروزگاری بڑھ گئی
کرلیا بی کام، رولا پے گیا

یہ بجٹ ہے یا ہلاکو خان ہے
مچ گیا کہرام، رولا پے گیا

رنگ لے آئی تری شاپنگ کی ضد
پھر بہ وقتِ شام، رولا پے گیا

آپ کے ویروں کے ہتھے چڑھ گیا
عشق تھا کچھ خام، رولا پے گیا

کون سی کنگھی سے سلجھائے کوئی
گیسوئے ایام، رولا پے گیا

اپنی تنگ بندی کو دیتا ہے ظفرؔ
شاعری کا نام، رولا پے گیا



حیرت ہے

بھول جائیں گے ہماری دلبری
اِس طرح امکان لگتے ہی نہ تھے
آپ کیسے بے وفائی کر گئے
آپ تو افغان لگتے ہی نہ تھے

قائدِ حلقہ

کہا جو میں نے لیڈر سے سزاوارِ توجہ ہے
کہ آخر کو ہے یہ بھی آپ کے حلقہ کا اِک حصہ
سنی جو "ٹیگھ بھاٹہ" کی تو بولے سخت حیرت سے
"ارے، میں تو سمجھتا تھا اِسے یونان کا قصبہ"

سیاست



سرکاری دفتر میں کام کہاں کہ کوئی کیا کرے
ٹی وی چینل کے اِن ٹاکنگ شوز کا مولا بھلا کرے
کارِ بیکاری ہے لیکن
دِن نہیں کٹنے پاتا اس بن
ایک سیاست ہے وہ چارہ جس کو ہر اِک چرا کرے

آپ نے جن سے کیے وہ نامرادے ہو گئے
آپ کے وعدے بھی یواین او کے وعدے ہو گئے

وقت ان کا کس طرح ہو جو کسی کے نہ ہوئے
کیسے کیسے ''زندہ بادے''، ''مردہ بادے'' ہو گئے

یار لوگوں نے دکھائے کالے دھن کے معجزے
ذات کے نائی تھے لیکن پیرزادے ہو گئے

اُن کو ذاتی طور پر دیکھیں تو دھیلے کے نہیں
باپ کے پیسوں سے کیسے شاہزادے ہو گئے

پیار کرنے کی حماقت ہم نے کرنی تھی کہاں
کام کچھ ایسے بھی ہیں جو بے ارادے ہو گئے

اب انہیں سلمنگ کلینک کی ضرورت نہ رہی
آپ کی فرقت میں جو گھل گھل کے آدھے ہو گئے

ازدواجی زیست کے رندے میں جب لائی گئی
لیلیٰ مجنوں کی محبت کے برادے ہو گئے

ہر کس و ناکس سے جو ہر روز ہی پٹتے رہے
اب سنا ہے آپ کے کوچے کے دادے ہو گئے

کیسا فیشن ہے کہ ڈھکتے ہیں بدن کپڑوں سے کم
بیشتر کی جلد ہی اُن کے لبادے ہو گئے

اب نہ جلسے ہیں نہ نعرے ہیں نہ ہڑتالیں کہیں
ملک کے حالات گویا بے سوادے ہو گئے

ناچ ٹیڑھی کا نچاتے ہیں زمانے کو ظفر
آپ کی سرکار میں جو سیدھے سادے ہو گئے



یاروں میں اُس نے سب کا ڈرامہ چلا دیا
مثلاً ''غلام حسین'' کو گاما چلا دیا

جذبۂ وفا نے کیسی توانائی بخش دی
''اسٹاپ'' کو دھکیل کے ''کاما'' چلا دیا

محبوب کو بھی عشق میں سوجھی ہے تاجری
مخطوطہ کہہ کے یار کا نامہ چلا دیا

ماں باپ کو بھی دی ہے نئی روشنی کی لو
''پاپا'' کا نام لے لیا ''ماما'' چلا دیا

دیکھا ہے دفتروں میں کلرکوں کا معجزہ
جس ماندہ پا کے کیس کو تھاما چلا دیا

کشمیر پہ یونہی تو دھڑکتا نہیں ہے دل
مسلوں نے کچھ تو ''ہائے وے راما'' چلا دیا

اپنے خلاف ہم بھی یو ایس اے کے ساتھ ہیں
اہلِ یہود نے کیا ڈرامہ چلا دیا

کشکول لے کے آئے ہیں اِک عزمِ نو کے ساتھ
سوزِ بجٹ بنامِ غمِ عامہ چلا دیا

سب کھوٹے سکے لائے تو ہم نے بھی دوستو
دنیا کی مارکیٹ میں خامہ چلا دیا



جا بجا لڑکیاں

(امجد اسلام امجد کی نظم ''دوسرا آسماں'' کی پیروڈی)

جا بجا لڑکیاں
گھومتی پھر رہی ہیں جہاں در جہاں
جا بجا لڑکیاں
الاماں! الاماں!!
جا بجا لڑکیاں
بے مہارے ہوئے ستیاناسے کئی
گرلز کالج کے باہر ہیں پیاسے کئی
اِک حسینہ کے پیچھے ہیں کتنے جواں
جا بجا لڑکیاں

حُسن جس کا بھی دیکھو، بڑے بم کا ہے
عکس لیلیٰ کا ریما کا ریشم کا ہے
دیکھ کر تھک گئے آنیاں جانیاں
جا بجا لڑکیاں

اِس طرف، اُس طرف، جایئے جس طرف
ہر کہیں ہیں نگاہوں کے رنگیں ہدف
کوئی جائے اماں، ہے ”ہیاں“ نہ ”ہوواں“
جا بجا لڑکیاں
الاماں! الاماں!!
جا بجا لڑکیاں



مجبوری

جج نے ڈانٹا کہ بہ وقتِ چوری
بیوی بچوں کا بھی کر لیتے دھیاں

چور بولا کہ جی مجبوری تھی!
صرف مردوں کے ہی کپڑے تھے وہاں

میں روزے سے ہوں

دوستو تم آج کے دن مجھ سے ملنا چاہتے ہو تو ذرا اپنی ہی ذمہ داری پر آؤ کہ میں روزے سے ہوں
میرے گھر والوں کا کہنا ہے کہ آتا ہے کڑک مرغی سے بھی بڑھ کر مجھے ہر شخص پر تاؤ کہ میں روزے سے ہوں

حسن اب بھی سرسراتے آنچلوں کی اوٹ میں سے جھانک کر اکثر مجھے دیتا ہے نظارہ گناہِ دید کا
اس ستمگر سے کوئی کہہ دے خدارا آج تو میری نگاہوں کو کن انکھیوں پر نہ اکساؤ کہ میں روزے سے ہوں

جب بھی ان کو شغلِ چاٹا چوٹی میں مصروف پاتا ہوں تو سگریٹ کی طلب کر دیتی ہے پاگل مرے احساس کو
اپنے ان معصوم لولی پاپ کھاتے بچوں کو میری نظر کے سامنے سے دور لے جاؤ کہ میں روزے سے ہوں

مہربانو! تم کو کس کالی زباں والے نے دی جھوٹی خبر کہ میں دیانت داری کی بیماری میں ہوں مبتلاء
میں یہ چاہتا ہوں کہ رشوت میں سے جو حصہ ہے میرا وہ مجھے تم بعد میں ارسال فرماؤ کہ میں روزے سے ہوں

تو ند یہ میری دلاری تو ند جس کو اس گرانی کے زمانے میں بھی پالا پوسا ہے میں نے نہایت مان سے
عرصہ ؟ افطار تک اس کو جمالِ زردہ و بریانی کی روح افزا باتوں سے نہ تڑپاؤ کہ میں روزے سے ہوں

جاؤں تو دفتر میں میری روز کی چائے سموسے کھانے کی عادت کو پڑ جاتی ہے میری پرسشِ احوال کی
خیریت میری مسلمانی کی تم کو چاہیے تو مجھ کو بستر سے زبردستی نہ اٹھواؤ کہ میں روزے سے ہوں

تم کو تو معلوم ہے کہ گرمیوں میں سولہ گھنٹے روزے کو بہلائے رکھنا کوئی خالہ جی کا گھر ہوتا نہیں
وقت کٹنا ہو گیا مشکل تو آ جاؤ مرے گھر اور ہاں اک تاش کی گڈی بھی لے آؤ کہ میں روزے سے ہوں



چھڈو جی

یہ وسیم اکرم سے کہنا تھا مجھے
اِس قدر مردانگی اچھی نہیں
کان میں ''بالا'' تو ڈالا ہے مگر
بازوؤں میں چوڑیاں پہنی نہیں

نیا تقاضہ

نیو ملینیم میں انٹری کے لئے
یوں نہ ہو راستے میں کھو جائیں
اپنی غیرت کو جینز پہنا کر
اِک ذرا ایڈوانس ہو جائیں

یہ حُسنِ لاجواب کہ ہیرا کہیں جسے
لیکن مرا نصیب کہ ٹھینگا کہیں جسے

ایم بی اے میں نہ کھپیے برائے منیجمنٹ
ہاتھوں میں تھام لیجئے ڈنڈا کہیں جسے

اِس سِرِّ ارتقاء کو میں سمجھا ہوں دیر سے
افسر کو بھی پسند ہے چمچہ کہیں جسے

اِتنا تو میسنا پن مجازی خدا میں ہو
بولے تو سُن کے لوگ بھی بونگا کہیں جسے

کوئی تو امتیازی نشاں ہو ہم آپ میں
اب انٹلکچویل ہے وہی گنجا کہیں جسے

اس جیسا وزن اپنی دلیلوں میں لائے کیا
جھوٹے سے شرمسار ہے سچا کہیں جسے

لاتا ہے کیسے کیسے بیانوں کے پینترے
اخبار، لیڈروں کا اکھاڑہ کہیں جسے

آ انجمن بنائیں ہوا خوری کے لئے
خدمت کمیٹیوں کا ادارہ کہیں جسے

جگت لگائی آپ نے اُن پر تو بھگتیے
یاروں کا استحقاق ہے جیسا کہیں جسے

بیرونِ ملک کی ہے تو ڈگری گریٹ ہے
لیکن یہ دیس مارکہ کچرا کہیں جسے

بزمِ سخن میں شعر سناتا تو ہے ظفؔر
یوں گڑگڑا رہا ہے کہ حقہ کہیں جسے

مری شادی کا ہنگامہ ہوا ہے
یہ فل اسٹاپ بھی کامہ ہوا ہے

یہ کیسا پرسنل لیٹر ہے پیارے
کہ ٹی وی کا خبرنامہ ہوا ہے

کوئی ٹھینگا دکھا کر جا چکا ہے
جگر ہم نے مگر تھاما ہوا ہے

سما سکتے نہیں کم ظرف جس میں
مرا جامہ بھی وہ جامہ ہوا ہے

خدا لگتی بھی کیا اس دل کو لگتی
وہ ''کچ کا نہ'' جو ''پیغاما'' ہوا ہے

مسلمانوں میں داوا گیر ٹھہرا
جو اسرائیل کا ماما ہوا ہے

بلوں پر بلبلا اُٹھے ہیں سارے
ہمارا غم، غمِ عامہ ہوا ہے

رہیں کیوں ممتحن نہ دُم دبا کر
کلاشنکوف جب خامہ ہوا ہے

حماقت کا تناسب بڑھ گیا ہے
ظفرؔ کہنے کو علاّمہ ہوا ہے



کسے کھول کر دِل دکھایا بتاؤں؟
جواباً جو اُس نے سنایا، بتاؤں؟

وہ کہنے چلا جس سے رازِ محبت
وہی تو ہے لڑکی کا تایا، بتاؤں؟

کبھی وقت دے کر آتی نہیں ہو!
یہاں سے وہاں کا کرایہ بتاؤں؟

فقط آپ تھالی کے بینگن نہیں ہیں
مری ساس نے بھی پکایا ''بتاؤں''

کھلے کس قدر معجزے رشوتوں کے
پلٹ دی ہے کس کس کی کایا بتاؤں؟

یوں سارے ہی ملتے رہے بھائی بن کر
اڑنگی سے کس نے گرایا، بتاؤں؟

مری ذات پر خوب تنقید کی ہے
ستمگر نے لا کر دکھایا ''بتاؤں''

سنیں گے تو بش بھائی ناراض ہوں گے
گلے مولوی کو لگایا بتاؤں؟

مری باری آئی تو ہے غین غائب
کلام اس نے کتنا سنایا، بتاؤں؟



ٹھوس ثبوت

گمشدہ تھی رہگذر، ملتے نہ تھے نقشِ قدم
شکریہ! تیری وجہ سے مل گئی اُن کی خبر
مجھ کو باور آ گیا ہے کہ یہاں آئے تھے وہ
جب سے جوتے کا نشاں دیکھا ترے رخسار پر

کرنے کا کام

سوچیے کہ خود انحصاری ہے کیا؟
دیکھیے ملکی معیشت کی حیات
کیجیے غیرت کا چھڑکاؤ ظفر
پائیے امریکی سنڈی سے نجات

دفتر

ذکر دفتر کا ہے، اِس کے بارے میں شکوہ جو اکثر کا ہے، بن گیا داستاں
کھل رہی ہے زباں کیوں نہ کر دوں بیاں وہ مناظر جو ہیں طالعِ دوستاں
اِن گناہگار آنکھوں نے دیکھے بڑے، مرغا بنتے ہوئے، مولا جٹ پھنے خاں
ہم کو محسوس ہوتا ہے آ کر یہاں
یہ جہاں ہے کوئی دوسرا ہی جہاں
عالمِ بیکساں
کیا کریں ہم بیاں
دیکھتے جایئے، سوچتے جایئے

جن کو لے آئی ہے اُن کی بدقسمتی، مدتوں سے وہ پھرتے ہیں گھائل یہاں
بات بنتی نہیں کام ہوتا نہیں، دمبدم کوئی الجھن ہے حائل یہاں
سرسراتا ہے نوٹوں کا ناگِ منی، چھنچھناتی ہے سکوں کی پائل یہاں
گم بھی ہو سکتی ہے اُن کی فائل یہاں
کم مکا کے نہیں ہیں جو قائل یہاں
بابوؤں کی زباں
نیتِ افسراں
دیکھتے جایئے، سوچتے جایئے

میرے مولا نے بھر دی ہے ہر بابو میں، بے نیازی کی خو، خسروانہ ادا
اپنے دفتر میں سب قیصر و کسریٰ ہیں، اپنی سیٹوں پہ سب ہٹلرِ نامور
ہم نے فائل کے پیچھے بڑی دوڑ کی، درک پھر بھی نہیں رہ گئی ہے کدھر
ایک بولا کہ کل آ کے لیجے خبر
کل جو پہنچا تو ٹالا گیا پرسوں پر
یوں رہیں گے یہاں
مدتوں سرگراں
دیکھتے جائیے، سوچتے جائیے

روک لیتا ہے یہ کہہ کے چپڑاسی بھی، آج صاحب ہیں میٹنگ بلائے ہوئے
ہم اِدھر بے خبر، رہ گئے منتظر، تلملائے ہوئے، جھنجھنائے ہوئے
اور صاحب اُدھر آفشل گفتگو، فلمی تاروں کی باتیں بنائے ہوئے
چاپلوسوں کی محفل سجائے ہوئے
چائے کے جام منہ سے لگائے ہوئے
تیر ہو کہ کماں
ریشماں ہے جواں
دیکھتے جائیے، سوچتے جائیے



سودا نقد ہے



کیوں ہر بجٹ میں ہر کوئی اب دل پہ اپنے بات لے
تنخواہوں میںincreaseلے کر ٹیکسوں کی بہتات لے
ٹیکسوں کی جو بہتات ہے
اس سے تو ہے یہ بات طے
ہے گورنمنٹ کی پالیسی، اِس ہاتھ دے اُس ہات لے

مجھے جب بہ چشمِ کرم دیکھتے ہیں
وہ عینک لگا کر بھی کم دیکھتے ہیں

بجا ہیں دیانت شرافت کی قدریں
مگر لوگ پہلے شکم دیکھتے ہیں

نہیں دیکھتے نیب کے اُن پہ کیسز
سبھی اُن کا جاہ و حشم دیکھتے ہیں

تمھاری نوازش کی حاجت نہیں ہے
ابھی مجھ کو میرے صنم دیکھتے ہیں

کوئی ہم غریبوں کو کب دیکھتا ہے
اگر دیکھتے ہیں تو ہم دیکھتے ہیں

وہ جھینگی نگاہوں پہ شرما کے بولے
تمہیں کو خدا کی قسم دیکھتے ہیں

خدا جانے کس رہگزر سے گئے ہیں
بڑے کھوجی نقشِ قدم دیکھتے ہیں

جلیبی جلیبی تو ہونی تھی قسمت
تری زُلف کے پیچ وخم دیکھتے ہیں

نہ بارش میں کیچڑ کا پوچھیں ظفر سے
''خیاباں خیاباں ارم دیکھتے ہیں''



یہ اپنی دیسی کالم نویسی
یا بلیک میلنگ یا کاسہ لیسی

قرنوں سے سسٹم لنگڑوں کڑوں ہے
متھے لگی ہے ''ڈیموکریسی''

خدامِ قومِ مفلس بنے ہیں
آب وہوا ہی جن کی ہے ''اے سی''

مجھ کو بھی ہے کچھ مرنے کی جلدی
گاڑی بھی ہے کچھ فطرت میں ریسی

اخلاص و پوکٹ کو کر کے پھوکٹ
دیکھیں گے فلمیں دیسی بدیسی

کیوں نہ ہو نظروں کی ''ہائی جیکنگ''
اُن کی ادائیں ساری ''شوکیسی''

اِتنی سی گل تے گُٹ کھائی جا کے
''اکھاں توں ظالم کیویں پرے سی''

کڑیوں میں سے جو آئے سو آئے
دل رہگزر ہے اک ہائی وے سی

ڈالر ہی لاتا شوہر تو کیا تھا
سوکن بھی لایا ''میڈم ٹریسی''

گالی بھی دی تو کتنی بُری دی
میری غزل کے ہی قافیے سی



اِس حمام میں

طمع کِس کی ہے جو خفتہ ہے اب تک
نظر کِس کی ہے جو کانی نہیں ہے
کرپشن سب کی ظاہر ہو چکی ہے
یہ ٹوپی اب سُلیمانی نہیں ہے

رقیب کہیں کے

اُن سے خوابوں میں ملنے کے ارمان بھی
میری برگشتہ تقدیر میں رُل گئے
مجھ کو سونے نہیں دیتے شب بھر ظفرؔ
ہائے مچھر رقابت پہ کیوں تُل گئے

لینا پکڑنا

اِسے پکڑو!
محلے کے جری لڑکو!
اگر تم میں ذرا سی بھی ہے غیرت تو
اِسے پھینٹو!
محلے کی گُڈی کا پیچھا کرتا ہے
گُڈی ہے یہ محلے کی سو عزت سب کی سانجھی ہے
تمہاری بہنوں جیسی ہے
اِسے میلی نگاہوں سے کوئی دیکھے تو کیوں دیکھے
گُڈی تو سیٹ ہے مجھ سے

میں ووٹر تیرے حلقے کا

(صابر ظفر کے ایک گیت "میں رانجھا تخت ہزارے کا" کی پیروڈی)

میں ووٹر تیرے حلقے کا
سُن لیڈر روے!
میرے دل کے ایفل ٹاور وے
میں ووٹر تیرے حلقے کا
سُن لیڈر روے!

تیری خاطر نوٹ کرارا چھوڑ دیا
ایروں غیروں کا سب چارہ چھوڑ دیا
میرے ہیرو میرے دلبر وے
میں ووٹر تیرے حلقے کا
سُن لیڈر روے!

ممبر بن کر تُو تو نامعقُول ہوا
مجھ سے ملنا بھی نہ تجھے قبُول ہوا
تیرے کیسے ہیں یہ چکر وے
میں ووٹر تیرے حلقے کا
سُن لیڈر روے!

اُس کا لہجہ طیش سے پُر بھی ہمیں اچھا لگا
اُن لبِ لعلیں سے تو "دُر" بھی ہمیں اچھا لگا

رانگ نمبر کہہ کے اُس نے فون اکثر رکھ دیا
دل کو تڑپانے کا یہ "گُر" بھی ہمیں اچھا لگا

پاؤں پھیلائے ہیں جب بھی سایۂ دیوار میں
وہ ترا کہنا "سجن تُر بھی!" ہمیں اچھا لگا

یار بیلی ہے ہمارا "نصف بدتر" آپ کا
آپ کے پہلو میں چُر مُر بھی ہمیں اچھا لگا

اے ہمیں ویروں سے پٹوانے کی شائق مہ جبیں!
خانۂ دل میں ترا "کھُر" بھی ہمیں اچھا لگا

ڈھو دئے برتن مگر آیا نہ پاؤں دابنا
ازدواجی جیل کا "خُر" بھی ہمیں اچھا لگا

یوں بھی لازم ہے خمیرِ آدمی میں خیر خُور
ہاں مگر تھوڑا سا شر "شُر" بھی ہمیں اچھا لگا

آپ کے گیتوں پہ ہی قُلقاریاں بھرتا نہیں
جب گدھا رینکا تو وہ "سُر" بھی ہمیں اچھا لگا

یار کو دیکھا ہے یا "آٹا"(۱) نظر آیا ظفرؔ
آپ کا خوشیوں بھرا "کُر" بھی ہمیں اچھا لگا



(۱) کبھی ہمارے ہاں آٹے کا بحران ہوا تھا، یہ اُسی زمانے کی غزل ہے۔

تیرے لبوں پہ کیٹس کی چرچل کی بات ہے
بہتی تھی تیری ناک ابھی کل کی بات ہے

ہم تم سے عشق بازیاں ہوتی نہیں افورڈ
یہ کارنامہ قیس سے پاگل کی بات ہے

اپنا پتہ بھی ہم کو یہی دے گا غالباً
کارِتلاشِ اِن دِنوں گوگل کی بات ہے

ملنے کا وعدہ یاد دلایا جو یار کو
کہنے لگا کہ ہاں کسی منگل کی بات ہے

تقدیر کو میں دوش بھلا دوں تو کس لئے
تم نہ ملیں، یہ دنیائے سڑیل کی بات ہے

جائے وقوعہ یاد رہی اپنی قتل کی
سسرال نام کے کسی مقتل کی بات ہے

ہٹتی نہیں نگاہ تو میرا قصور کیا؟
یہ ساری حُسنِ یار کی دلدل کی بات ہے

تیری جبیں پہ شکنوں کا سیلاب کس لئے
محفل میں ایک اور ہی چنچل کی بات ہے

فیشن نہیں کہ گھونٹ لہو کے بھرا کریں
فرقت میں کوکا کولا کی بوتل کی بات ہے



کون ہے بخت آزماؤں سے جدا
آج کل کے رہنماؤں سے جدا

ہر سیاستدان نے دی ہے ہمیں
ہر سزا پچھلی سزاؤں سے جدا

آپ کو بندہ بشر کہہ دوں مگر
آپ لگتے ہیں اداؤں سے جدا

بین الاقوامی بھکاری بن گئے
آپ ہم جملہ گداؤں سے جدا

جس سے ملنے کی دعا مانگی بہت
ہو گیا کس کی دعاؤں سے جدا

شامتِ اعمال میں لکھی نہ ہو
ایک لڑکی اپسراؤں سے جدا

خوش نویسی کا عجب انداز ہے
ڈاکٹر لکھتے ہیں پاؤں سے جدا

آپ نے دیکھی تو ہے بیگم مری
اِک بلا، ساری بلاؤں سے جدا

جو "میاؤں" نہ کرے سسرال میں
وہ میاں سارے میاؤں سے جدا

اِس قدر مردانگی رکھتے تو ہیں
آپ ہیں خواجہ سراؤں سے جدا

یہ مری ظفرانیاتی شاعری
کچھ تو ہے دیگر نواؤں سے جدا



حاضر جوابی

''بیرا یہ سروس کیسی ہے!
چائے میں مکھی تیر رہی ہے!!''

''بیس روپوں کی چائے میں سے
کیا چاہتے ہیں؟ ہاتھی نکلے؟؟''

ماشاءاللہ

قوم کی فطرت ہے۔ چاہے رہن میں اقبال ہو
پگ میں کوئی پیچ کم رہ جائے تو منہ لال ہو
ہم کہاں کرتے ہیں اوروں کی غلامی کو پسند
ہاں مگر پھیلا ہوا امدادیوں کا جال ہو

علموں بس!

المیہ کہ بندہ ایم۔اے کر کے بھی
نوکری کے واسطے بے چین ہے
جس نے علموں بس کیا انٹر کے بعد
آج اِک مشہور بزنس مین ہے

شکر گزاری



میرے چند اک دوستوں کی بیویوں میں بات یہ اچھی نہیں
شوہروں کی تو اُنہیں ''اخبار بینی'' مطلقاً بھاتی نہیں
زہر لگنے لگتے ہیں شوہر اُنہیں
گمشدہ جب دیکھ لیں اخبار میں
شکر کرتا ہوں کہ بیگم آپ اُن میں سے کسی جیسی نہیں

یہ کس لیلیٰ ادا کے عشق میں جاں سے گزرتے ہو
کلرکوں جیسی حالت ہے، نہ جیتے ہو نہ مرتے ہو

یہ اُن کی حوصلہ افزائیوں کا شاخسارہ ہیں
یونہی بیکار میں اپنے رقیبوں پر بپھرتے ہو

''وفاداری بشرطِ استواری اصل ایماں ہے''
تم اچھے قیس ہو کہ ہیر پر بھی آنکھ دھرتے ہو

ہماری افسری صدقے، تمھاری چوکیداری کے
غمِ اسکیل کیسا، جاب تو کسٹم میں کرتے ہو

کنواری سیلری سے پیٹ کا دوزخ نہیں بھرتا
مجھے معلوم ہے رشوت کے ٹانک سے نکھرتے ہو

اگر راشی ہو تم تو مرتشی ہیں خیر سے ہم بھی
نہ ہم کو ہی حیا آتی ہے، نہ تم ہی سدھرتے ہو

حقیقت جانتا ہوں میں تمھاری پارسائی کی
خدا سے تو نہیں، پولیس کے چھاپے سے ڈرتے ہو

کوئی ویزہ جو مل جائے تو فوراً تیر ہو جاؤ
وفا کے دعویدارو! پھر وطن میں کب ٹھہرتے ہو

جو کالا دھن ہے سوئٹزرلینڈ کے بینکوں میں رکھتے ہو
یہ بیوٹی پارلر ہے، جس میں جا کر تم سنورتے ہو

مجھے تو تم پڑھے لکھے سرے سے ہی نہیں لگتے
نہ منہ ٹیڑھا ہے، نہ انگلش میں کوئی بات کرتے ہو

کوئی دعویٰ نہ کر بیٹھے ادب کے خونِ ناحق کا
ظفرؔ چارہ نہیں ہے شاعری کہ تم بھی چرتے ہو

تھرڈ ڈویژن

تھرڈ ڈویژن جس کی قسمت میں لکھی تقدیر نے
کان کھینچے خوب خوب اُس کے سبھی پیر نے
بے وفائی کر دی اُس رانجھے سے بی بی ہیر نے
ایسے غم دیکھے تھے کاہے کو جنابِ میر نے
زندگی کو وہ سمجھتا ہے کہ بارِ دوش ہے
"یہ سرودِ قمری و بلبل فریب دوش ہے"
تھرڈ ڈویژن تمغۂ دشنام ہے اُس کے لئے
ارتقاء اِک کوششِ ناکام ہے اُس کے لئے
کوئی مقصد سامنے نہ کام ہے اُس کے لئے
جس سے شرماتا ہے اپنا نام ہے اُس کے لئے
ڈگریاں پکڑا کے یونیورسٹیوں کے مہرباں
یہ بتاتے ہی نہیں اب کیا کرے، جائے کہاں؟

تھرڈ ڈویژن چشمِ عالم میں بنا دیتی ہے خر
پا کے یہ اعزازِ رسوائی کہاں جائے بشر
کان دھرتا ہی نہیں ہے کوئی اُس کی بات پر
ہنستے ہیں ٹٹ پونجیے بھی اُس پہ ٹھٹھا مار کر
''گلستاں کی بات رنگیں ہے نہ میخانے کا نام''
ہر گھڑی اُس کے لئے ہے ایک جرمانے کا نام

تھرڈ ڈویژن کر کے رکھ دیتی ہے ہر رستہ بلاک
ڈال دیتی ہے بزرگوں کی تمناؤں پہ خاک
اپنے برخوردار کا جب دیکھتے ہیں یوں کھٹاک
بے محابا ٹھونس دیتے ہیں خمِ ہستی پہ کاک
کہتے ہیں باوا کہ نالائق کیا کر کوئی دھن
''تو اگر میرا نہیں بنتا، نہ بن، اپنا تو بن''

تھرڈ ڈویژن ہولڈر کو نل بتاتے ہیں سبھی
جاب لینے جائے تو ٹھینگا دکھاتے ہیں سبھی
صرف ڈگری کو ہی اسٹینڈر بناتے ہیں سبھی
آتشِ ویکنسی پہ تل تل کے کھاتے ہیں سبھی
آخرش کب تک یونہی سوئے گا گھوڑے بیچ کر
سوچتا ہے زندگی کر لے پکوڑے بیچ کر

(علامہ اقبال کی معرکتہ آرا نظم "دعا" کی پیروڈی)

چھت پہ آتی ہے ہما بن کے تمنا میری
زندگی چھیلے کی صورت ہو خدایا میری

دُور یکدم میری نظروں سے بشیرا ہو جائے
نام جس جس کا رقیبوں میں ہے چلتا ہو جائے

عشق میں مجھ کو نہ دینا کبھی ایسی خفت
جس طرح روس نے کابل میں اُٹھائی خفت

ہو مرا کام رقیبوں سے سیاست کرنا
جب کبھی موقع ملے اُن کی مرمت کرنا

کردے ہشیار سے دیوانے کی صورت یارب!
کہیں سچ مچ ہی نہ ہو جائے محبت یارب

میرے اللہ! سگائی سے بچانا مجھ کو
دولہا تو بہرِ ہما بھی نہ بنانا مجھ کو

شارٹ کٹ

جو کتابی کیڑے بنتے ہیں حصولِ علم میں
نوکری کے واسطے دردر پھریں گے ایک دن
سیکھتے ہیں اب خلاصوں کو برتنے کا ہنر
ہم تو انگلش کے پروفیسر بنیں گے ایک دن

آخرش

ساس کی پروردہ ہے بیگم ظفؔر
آخرش کردے گی شوہر کی طرح
نیم کی تلخی شکر ہو جائے گی
صبر آجائے گا سسر کی طرح

کوآپریٹو بینکوں کے مارے
رکھتے ہیں پیسے نیفوں میں سارے

کس نے ہمارا کونڈا کیا ہے
یہ بھی ہیں سادہ، وہ بھی بیچارے

محبوب کے سب وعدے غلط ہیں
جیسے سیاستدانوں کے لارے

یوں دندناتے پھرتے ہیں دل میں
ہوتے ہیں ''ڈل'' میں جیسے شکارے

عاشق ریاضی داں تو نہیں ہیں
راتوں کو اُٹھ کر گنتے ہیں تارے

آؤ منائیں ہم رنگ رلیاں
پیسے کہیں سے لے کر اُدھارے

سوجھی دیانتداری کی جب بھی
قسمت نے مارے جھانپڑ کرارے

نقاد ہے یا ''ترکھان'' ہے تو
تنقید ہے یا چلتے ہیں آرے

ہم مان لیویں گے تم کو ''سارؔ''
کچھ ہم کو بھی تو ''گجلیں سُنارے''



ہر گیم کھیلے رہ گئے، میں اِس طرف، تم اُس طرف
آخر کو ویلے رہ گئے، میں اِس طرف، تم اُس طرف

دونوں ہی چکراتے رہے موٹی اسامی کے لئے
دونوں اکیلے رہ گئے، میں اِس طرف، تم اُس طرف

لیلیٰ تو ووہٹی بن گئی اِک توند والے سیٹھ کی
لیلیٰ کے چھیلے رہ گئے، میں اِس طرف، تم اُس طرف

بعد عشق کی ہر خواری کے، کولہو بنے گھر داری کے
لے کر جھمیلے رہ گئے، میں اِس طرف، تم اُس طرف

غیروں نے لُوٹے ہیں مزے، ہم دیکھنے کے واسطے
دُنیا کے میلے رہ گئے، میں اِس طرف، تم اُس طرف

ہر کھوٹا سکہ چل گیا، ہیرے میں گویا ڈھل گیا
ہم بن کے دھیلے رہ گئے، میں اِس طرف، تم اُس طرف

ساقی سے مئے نہ مل سکی، شوگر کی انجکشن لگی
کھا کر کریلے رہ گئے، میں اِس طرف، تم اُس طرف

چڑھ کر ہمارے کاندھوں پر دیکھو گرو پہنچا کدھر
حیران چیلے رہ گئے، میں اِس طرف، تم اُس طرف

اب کچھ زمانہ اور ہے، یہ بھیڑیوں کا دور ہے
ہم تم تھے لیلے رہ گئے، میں اِس طرف، تم اُس طرف



جو شکایت مجھے کرنی ہے، ذرا میں بھی سنوں
ساری دنیا نے تو سُن لی ہے، ذرا میں بھی سنوں

میرا افسر مجھے بیوی کی طرح ڈانٹتا ہے
اس میں مردانگی کیسی ہے، ذرا میں بھی سنوں

آپ غازی ہیں تجرّد کی حمایت کر کے
جو دلیل آپ نے چوئی ہے، ذرا میں بھی سنوں

گھر میں گھر والی کی پھٹکار ہی سننی ہو گی
کون سی آپ کو جلدی ہے، ذرا میں بھی سنوں

میرے ''بھونچال'' نے یہ کس کے بھری ہے چٹکی
کس کی روتی ہوئی ''غلطی'' ہے، ذرا میں بھی سنوں

اُس سے ڈیٹنگ کی حکایات سنانے والے
کیسے کہتا ہے کہ باجی ہے ذرا میں بھی سنوں

"کس سے پیمانِ وفا باندھ رہی ہے بلبل"
کس کی شامت نے صدا دی ہے، ذرا میں بھی سنوں

لے اُٹھائے تو گدھے سُن کے مچل جاتے ہیں
لوگ کہتے ہیں، سُریلی ہے، ذرا میں بھی سنوں

اپنے کانوں میں رُوئی ٹھونس کے کہتا ہے ظفرؔ
ہاں غزل کون سی لکھی ہے، ذرا میں بھی سنوں



اللہ دِتہ

خاتون اپنی دُھن میں محفل میں نغمہ زن تھیں
''کس نام سے پکاروں، کیا نام ہے تمھارا؟''

مجھ جیسا ایک پینڈو موجود تھا وہاں پر
فوراً پکار اُٹھا، فدوی ہے'' اللہ دتّہ''

صاف بات

مجھ کو لگتے نہیں حقدار کسی نوکری کے
اپنی اسناد کو سینے سے لگاتے کیا ہو
فکرِ رشوت نہ سفارش کے لئے جدوجہد
"ہاتھ پر ہاتھ دھرے منتظرِ فردا ہو"

حکومت کی بے بسی

یہ مانا کہ رشوت سے کونڈا ہے سب کا
یہ تسلیم رشوت ہے سرطانِ ملّی
مگر راشیوں کو کوئی کیسے پکڑے
اندھیرے میں دِکھتی نہیں کالی بلّی

راز



اک روز کسی کاہلِ اعظم سے یہ پوچھا
مٹی کے ہی برتن کا تجھے خبط ہے کیسا
بولا کہ مرے بھائی!
اِک راز ہے اس میں بھی
گر جائیں تو پھر ان کو اُٹھانا نہیں پڑتا

نہ حضرات کے نہ مستورات کے دن
یہ دن تو ہیں صنفِ مساوات کے دن

زمانے نے کچھی سے پکڑا ہوا ہے
کہاں کم ہوئے ہیں عنایات کے دن

بڑے ہی تماشے کئے ہیں خرد نے
سوالات کے دن ، جوابات کے دن

گدھوں سے گدھا تر بناتے ہیں لیڈر
الیکشن کے دن ہیں کمالات کے دن

سیاست کے لوٹے کھڑکنے لگے ہیں
ہوا ہو گئے ہیں نظریات کے دن

وہ سرما کی راتیں، وہ چھت پر بلاوے
فقط چھینکتے تھے ملاقات کے دن

جو بیگم کو ماں باپ کی یاد آئے
تو سمجھو کہ آئے ہیں خطرات کے دن

خوشامد نے بنوائے ہیں ہم سے کیا کیا
کبھی دن کی راتیں، کبھی رات کے دن

بدن پر ہیں چھتروں کے نقش اب بھی
کوئی کیسے بھولے حوالات کے دن



(ساغر صدیقی مرحوم کی غزل کی پیروڈی)

کوسنا یاد مگر حرفِ دُعا یاد نہیں
میرے سسرال کو اندازِ نوا یاد نہیں

جس نے میرے لئے راہوں میں گڑھے کھودے تھے
کیسے کہتا ہوں اُسے ’’ہاتھ تو لا!‘‘ یاد نہیں

زندگی جبرِ مسلسل کی طرح کٹتی ہے
عقد کس جرم کی ہوتی ہے سزا یاد نہیں

بس اڑنگی پہ اُسے گرتے ہوئے دیکھا ہے
کب ہوا، کیسے ہوا مجھ سے خفا یاد نہیں

آؤ سجدہ کریں امریکہ کے در سے اُٹھ کر
لوگ کہتے ہیں کہ ہم تم کو خدا یاد نہیں

ہم تو اپنا بینک بیلنس نذرِ دلداری کریں
آپ ہیں کہ باپ دل میں بھی سمجھداری کریں

خیر اندیشی مری فرمائیں دانشمند یار
عشق میں میرے رقیبوں کی طرفداری کریں

آپ کیوں لیبل کمائے جا رہے ہیں آئے دن
اِس طرح کے مشغلے بربر یا تاتاری کریں

ابتدائے عشق میں رکھتے ہیں ہولا ہاتھ کو
آپ سے کس نے کہا ایسی ستمگاری کریں

چشمِ قاتل ڈاکٹر کے بل دیے جاتے نہیں
وار کرنا چاہتے ہیں تو ذرا کاری کریں

اوکھلوں میں سر دیا تو موصلوں سے کیوں ڈریں
عشق میں جھارا سے بھی پٹنے کی تیاری کریں

مان جائیں گے نشہ دو آتشہ ہو جائے گا
زاہدوں کی بات سُن کر شغلِ میخواری کریں

باجیاں اپوا کی چلاتی ہیں ''ہاؤ آکورڈ''
حسن کا اصرار ہے پردۂ زنگاری کریں

آپ شاپنگ کے لئے ''گھکھڑ پلازہ'' جایئے
ہم سے کنگلے لوگ خوابوں کی خریداری کریں

کر دیا ہے دورِ حاضر نے ہمارے ظرف کو
اِس قدر ''بیگی'' کہ پتلونیں بھی شلواری کریں

اور کیا میں مشورہ دوں آپ کو اس کے سوا
کام کی عادت نہیں تو جاب سرکاری کریں

جو پڑھاتے ہیں دیانتداری کا سب کو سبق
اُن کو بھی موقع ملے تو خوب منہ ماری کریں

کیا کہوں ہیں افسری میں کس قدر عیاشیاں
دل کی بیماری بھی پالیں، توند بھی بھاری کریں

ارتقاء کے مرحلوں کو پاٹنا مشکل نہیں
ہاں مگر پہلے ذرا لہجے کو درباری کریں

سچ تو یہ ہے اب شرافت بزدلی کا نام ہے
آپ بھی اوروں کی طرح خود کو منقاری کریں

حسن والوں سے کوئی سیکھے فنونِ حرب وضرب
ابرو کو خنجر کریں، نظروں کو تلواری کریں

بعد میں چاہیں تو شادی بھی رچالیں شوق سے
پہلے کنوارے ذرا سی مشقِ گھر داری کریں

آیئے کرلیں کسی سلمٰی سے دل کا لین دین
نوکری ملتی نہیں تو کارِ بیکاری کریں

کھا گئی بے لوث جذبوں کو زمانے کی ہوا
سوچتے ہیں کام کے بندوں سے ہم یاری کریں

دندناتی پھرتی ہیں بھونڈوں کی نظریں ہر طرف
کچھ نہ کچھ تو احترامِ چار دیواری کریں

ایسی پنگا بازیوں کا کون دیتا ہے سبق
ہر محاذِ دوستی پر جا کے بمباری کریں

مشورہ دیتے ہیں مجھ کو شہر بھر کے مسخرے
شاعری کو چھوڑ دیں، کچھ اور فنکاری کریں



ظالم بیگم

میری بر بر میری ظالم بیگم!
کچھ تو کر خوف خُدا کا تو بھی!!
آج دن بھر مجھے ڈانٹا ڈپٹا
اور جھاڑا ہے مرے کوٹ کو (جب پہن کے بیٹھا تھا میں)
دل مگر پھر بھی تمھارا نہ بھرا!
چل پڑی خواب میں بھی مجھ پہ اُٹھا کر جوتا
کچھ تو کر خوفِ خدا کا تو بھی
میری بر بر میری ظالم بیگم!

موقع شناسی

اُن کا چہرہ تک ہم بھولے بیٹھے تھے
اِک مدت سے ترکِ وفا تھے کئے ہوئے
عیدی ہتھیانے کی خاطر آ پہنچے
اپنے درجن بھر بچوں کو لئے ہوئے

گستاخ

کی بحث بکرامنڈی میں جب بھاؤ تاؤ کے لئے
بکروں کے مالک تو الگ بکرے بھی ہم پر ہنس دیے
جرأت تو اِک گستاخ کی دیکھیں کہ فرمانے لگے
پورا ہی بکرا لیتا ہے یا ایک بوٹی چاہیے

دولت ہے تو عزت ہے، بگڑے ہوئے معنوں میں
معیار کی صورت ہے، بگڑے ہوئے معنوں میں

منشائے زمانہ ہے مر جائیں شرافت سے
جینے کی سعادت ہے، بگڑے ہوئے معنوں میں

وہ مال جو ہوتا ہے اوپر کی کمائی کا
وہ مالِ غنیمت ہے، بگڑے ہوئے معنوں میں

سب قفل مسائل کے کھلتے ہیں اسی ''کی'' سے
رشوت بڑی نعمت ہے، بگڑے ہوئے معنوں میں

لگتا نہیں داؤ اور زاہد بنے بیٹھے ہیں
یاروں کی دیانت ہے، بگڑے ہوئے معنوں میں

اسکنڈلوں کے بل پر جی اُٹھتے ہیں مردے بھی
بدنامی بھی شہرت ہے، بگڑے ہوئے معنوں میں

اوروں کو اڑنگی دے کر آگے نکل جانا
اک کارِ سیاست ہے، بگڑے ہوئے معنوں میں

اشعار کے حلوے میں مرچوں کی ملاوٹ ہے
شاعر کی شرارت ہے، بگڑے ہوئے معنوں میں



سہرہ

٭(ایک کہنہ برس دولہا کے لئے)

دولہا میاں کو کیا پڑھوں
ایسا پڑھوں
ویسا پڑھوں
دولہا میاں کے واسطے جھوٹا لکھوں، جھوٹا پڑھوں
دولہا میاں جیسے نہیں ویسا لکھوں
میں کس طرح سہرہ پڑھوں

☆☆☆

دولہا میاں کو دیکھ کر
ٹھٹھکے نظر
پھٹ کے جگر
اِس عمر میں تو عقد سے درکار تھا اِن کو مفر
عنوان میں کیا دوں انہیں بابا پڑھوں؟
میں کس طرح سہرہ پڑھوں؟

شکنوں بھری اِن کی جبیں

روئے حسیں

اندوہگیں!!

جیسے چھوہارے بٹ رہے ہیں کیا دولہا ویسے نہیں؟

بہرِ عروسہ کیوں نہ میں نوحہ پڑھوں

میں کس طرح سہرہ پڑھوں؟

☆☆☆

اے کاتبِ تقدیر کیوں!

دولہا کا یوں

حالِ زبوں

وہ شوخیٔ تحریر ہیں دولہا میاں کہ کیا کہوں

چاہے ہوں جیسے بھی جلی، عنقا پڑھوں

میں کس طرح سہرہ پڑھوں؟



یہ اور وہ

کہاں گھومتی کرسیوں کے نشیمن
کہاں چھوٹے چھوٹے گریڈوں کی جگتیں
سمجھتے ہیں جو افسری کے تقاضے
کلرکوں کو انساں سمجھتے نہیں ہیں

کرسی

پھینکا ہے عوام نے اُٹھا کر
تب جا کے نجات مل سکی ہے
بیٹھیں تو اُٹھا نہ جائے ہرگز
کرسی میں لئی لگی ہوئی ہے

باپ رے باپ

چور تھے معمول کی چوری کے دھندے پر رواں
موسمِ برسات تھا
وقت بھی تھارات کا
یک بیک چمکی فضاؤں میں جو برقِ آسماں
ایک بولا دیکھ لو!
کھینچ لی تصویر تو
اب قیامت کو نہ چھوڑیں گے ہمیں اللہ میاں!!

رستہ تمھارے ویر نے کاٹا ہی بیسٹ ہے
کدو مرے رقیب کا پاٹا ہی بیسٹ ہے

شادی اور ایسے دور میں، توبہ کرو میاں!
اب دل کے کاروبار میں گھاٹا ہی بیسٹ ہے

لاہور میں رہو یا کراچی میں جا بسو
ہاں کاغذات کے لئے فاٹا ہی بیسٹ ہے

شوہر کہا جی آپ کو ''شوپیں'' چاہیے
لمبا اگر نہیں ہے تو ناٹا ہی بیسٹ ہے

ہم عاشقوں کے کھیسے کترتی ہیں قربتیں
سو ''ویلکم'' سے آپ کا ''ٹاٹا'' ہی بیسٹ ہے

میموں سے دل لگائیں گے گوروں کے دیس میں
ویزہ ملے تو سیر سپاٹا ہی بیسٹ ہے

ذوقِ جمال کو ہے ضروری شکم پری
''فی آن سے'' کو گفٹ میں آٹا ہی بیسٹ ہے

سرمائے کا حصول بھی لازم سہی، مگر
اب کاروبار کے لئے ڈھاٹا ہی بیسٹ ہے

سچائیوں کے کیڑے ہوں جس میں گھسے ہوئے
اُس کھوپڑی کے واسطے باٹا ہی بیسٹ ہے

یوں تونسہ کے ساتھ لگا ہے شریف بھی
لیکن ہمارے ٹینچ کا بھاٹہ ہی بیسٹ ہے

کیوں نہ تری غزل پہ کہوں مرحبا! ظفرؔ
تو نے مرے دماغ کو چاٹا ہی بیسٹ ہے



گرہ کٹ گرہیں

(احمد فرازؔ کے اشعار پر دست درازیاں)

ہاضمہ یوں بھی نہ بگڑا تھا ہمارا پہلے
''دل پکارے ہی چلا جاتا ہے جاناں جاناں''

سنے ہی جاؤں مراتب علی کے گانے کیوں؟
''جو سچ کہوں تو میں ایسا اداس ہوں بھی نہیں''

کل رات موسپل بھی ملی تھی بہت ظفرؔ
''لیکن یہ کیا کہ چین سے سویا نہ تو نہ میں''

ہمیں نے تین دفعہ آپ کو قبول کیا
''وگرنہ ترکِ تعلق کی صورتیں تھیں بہت''

عشق تو پنپا ہے کالج کے کھلے ماحول میں
''ورنہ میں تیرا نہیں تھا اور تو میرا نہ تھا''

سسرال نے نگل لیا ہم کو تو کیا ہوا
''دیکھو تو کتنے شہر سمندر کے ہو گئے''

کار ہے بنگلہ ہے اور بیوی کی نخرے بازیاں
''اے غمِ ہستی تری دنیا پسند آئی بہت''

کورٹ میں شوق سے لے جاؤ مگر یاد رکھو
''اب کے ہم بچھڑے تو شائد کبھی خوابوں میں ملیں''

گرہ کٹ گرہیں

(عبدالحمید عدمؔ کے اشعار پر دست درازیاں)

ـــہ وہ لوگ دو گز ے تھے مگر تھان ہو گئے
''جو لوگ جان بوجھ کے انجان ہو گئے''

ـــہ عقد کا دھڑکا تو پہلے بھی رہا مجھ کو مگر
''اب دو عالم سے صدائے ساز آتی ہے مجھے''

ـــہ پاؤں پڑا ہوا ہے میرے بٹوے پہ آپ کا
''سرکار دیکھ کر مری سرکار دیکھ کر''

ـــہ زن مریدی میں تو کچھ اور نہیں ہوتا ہے
''فقط احساس کو اک نیند سی آجاتی ہے''

ـــہ الیکشن میں پھر ہم سنیں گے ظفرؔ
''شگفتہ شگفتہ بہانے ترے''

ـــہ بلایا ہے کس پارک میں دِلربا نے
''کہاں جا رہے ہیں وضو کے بہانے''

ـــہ جمہوریت کا اُلو یہی کہتا ہے ظفرؔ
''ظلمت حسین تر ہے شب ماہتاب سے''

ـــہ اعلان سُن کے حشرِ بجٹ کا جولائی میں
''ہنستا تو ہو گا آپ بھی یزداں کبھی کبھی''

گرہ کٹ گرہیں

(صوفی غلام مصطفیٰ تبسم کے اشعار پر دست درازیاں)

؎ آئی ایم ایف نہ پگھلا ہائے!
''آہیں کھینچیں، اشک بہائے''

؎ ویزے کی مشکلات تھیں حائل جگہ جگہ
''دامن تو کھینچتی رہی منزل جگہ جگہ''

؎ ظفر اسٹیشنری ضائع کروں کیا!
''وہ سُن لیں گے ہمارے رازداں سے''

؎ سلمیٰ کبھی لبنیٰ کبھی مریم کبھی شہلا
''ہر آن محبت میں نئی راہ چلے ہیں''

؎ لنگور دکھائی دیتا ہے کون
''جب آئینہ دیکھتا ہے کوئی''

؎ قوم کو جنسِ تجارت نہ کرے
''کوئی تو راہ نما بھی آئے''

؎ ہم تو اِس واسطے سنتے ہیں بجٹ کی تقریر
''اِنہیں باتوں میں کوئی بات حسیں آجائے''

؎ آدمی اوروں کے گھر جا کے پڑا کیوں نہ رہے
''آدمی اپنے ہی سائے سے گریزاں کیوں ہو''

گرہ کٹ گرہیں

(ظفر اقبال کے اشعار پر دست درازیاں)

ے اُس سے تہمد ہی تم بنا لیتے
''کیوں اُٹھائے پھرے علم ناحق''

ے اُس کو بھی آ کے سونگھ لیا سی۔بی۔آر نے
''وہ ایک نقش لائے تھے جس کو بچا کے ہم''

ے دیکھنا تھا کہ میں بہرہ تو نہیں ہوں یارو!
''مصلحت اور نہ تھی کوئی صدا دینے میں''

ے کچھ لنچ پہ ہم نے بھی اُڑائے تھے کریلے
''کچھ وہ بھی ظفر اپنی طبیعت میں نہیں تھا''

ے گلے کسی کے پڑے ہم نہ تو ہمارے سر
''کسی کے ہم نہ ہوئے اور ہم کو تو نہ ملا''

ے تم نے نمبر نہ بدلوایا اگر چشمے کا
''وہ تماشا ہوں کہ نظروں سے نہاں رہ جاؤں''

ے یونہی کہتے تو نہیں لوگ سیاست کو کرپٹ
''بات کچھ ہے تو سہی اُس کے گناہگاروں میں''

ے سنا اُس کے ابے کو نثری غزل
''کبھی عافیت کے بھنور سے نکل''

گرہ کٹ گرہیں

(منظر بھوپالی کے اشعار پر دست درازیاں)

؎ وہ تو اُپلے سجا کر چلی بھی گئی
''اب جو کھڑکی کھلی تو نظارے نہیں''

؎ مجھے وہ ٹھیک ہی کہتے ہیں بونگا
''مری باتوں میں نادانی بہت ہے''

؎ تم کو کیوں شامتِ اعمال نے گھیرا ہے ظفرؔ
''یہ جہاں والے محبت نہیں کرنے دیں گے''

؎ وہ جس کو تین بار قبولا تھا ایک دن
''غرقاب اُس نے عقل کے تیراک کر دیئے''

؎ وہ ہمیں ہڈ حرام کیوں بولیں
''اُٹھ کھڑے ہوں جواب میں ہم تم''

؎ وہمِ آزادی ہے دھوتی میں یونہی
''اپنی چادر دیکھنا بھی چاہیئے''

؎ یوں مری ٹانٹ پہ چپتیں نہ رسید کیجے
''آپ کے سر سے یہ دستار بھی گر سکتی ہے''

؎ اب کوئی ڈیٹا بیس بنوائیں
''غم ہیں اب کے شمار سے باہر''



میری طرف تو دیکھیے، میں نازنیں سہی!